مصارف زکوۃ

اور ہماری ذمہ داریاں

محمد عبد المبین نعمانی قادری

مصارف زکوۃ

اور ہماری ذمہ داریاں

محمد عبد المبین نعمانی قادری

زکوٰۃ کی اہمیت: - دین کے فرائض میں زکوٰۃ ایک اہم فرض ہے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ فرماتے ہیں:

"قرآن عظیم میں ۳۲/ جگہ نماز کے ساتھ اس کا ذکر فرمایا اور طرح طرح سے بندوں کو اس فرضِ اہم کی طرف بلایا۔ صاف صاف فرمادیا کہ زنہار (ہرگز) نہ سمجھنا کہ زکوٰۃ دی تو مال میں سے اتنا کم ہوگیا بلکہ اس سے مال بڑھتا ہے۔ "یَمۡحَقُ اللّٰہُ الرِّبٰوا وَیُرۡبِی الصَّدَقٰتِ ؕ" (اللہ ہلاک کرتا ہے سود کو اور بڑھاتا ہے خیرات کو۔ کنز الایمان: بقرہ ۲/ ۲۷۶) ـــــ بعض درختوں میں کچھ اجزاے فاسدہ اس قسم کے پیدا ہوجاتے ہیں کہ پیڑ کی اٹھان کو روک دیتے ہیں، احمق نادان انھیں نہ تراشے گا کہ میرے پیڑ سے اتنا کم ہو جائے گا، پر عاقل ہوش مند تو جانتا ہے کہ ان کے چھانٹنے سے یہ نونہال لہلہا کر درخت بنے گا ورنہ یوں ہی مرجھا کر رہ جائے گا۔ یہی حساب زکاتی مال کا ہے۔" (فتاویٰ رضویہ، ج:۴، ص:۴۳۳، سنی دار الاشاعت، مبارک پور)

زکوٰۃ کا نماز سے بہت گہرا تعلق ہے، اس لیے قرآن ک میں بار بار نماز کے ساتھ زکوٰۃ کا ذکر ہے۔ نماز اہم العبادات ہے تو زکوٰۃ بھی افضل الفرائض ہے کہ بے زکوٰۃ کے نماز قبول نہیں ہوتی جیسا کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے:

"اُمِرۡنا بِاِقَامِ الصَّلٰوۃِ وَاِیۡتَاءِ الزَّکٰوۃِ وَمَنۡ لَّمۡ یُزَکِّ فَلا صَلاۃَ لہ۔" (المعجم الکبیر للطبرانی بسند صحیح ١٠/ ١٠٣، الترغیب للمنذری ١/ ٥٤٠)

ترجمہ:- ہمیں حکم دیا گیا کہ نماز پڑھیں اور زکوٰۃ دیں اور جو زکوٰۃ نہ دے اس کی نماز نہیں۔

اور انھیں کی دوسری روایت ہے:

"قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: مَنۡ اَقَامَ الصَّلٰوۃَ وَلَمۡ یُؤۡتِ الزَّکٰوۃَ فَلَیۡسَ بِمُسۡلِمٍ یَنۡفَعُہٗ عَمَلُہٗ۔" (الترغیب والترهیب للممنذری ١/ ٥٤٠)

ترجمہ:- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، جو نماز ادا کرے اور زکوٰۃ نہ دے وہ مسلمان نہیں کہ اسے اس کا علم کام آئے۔
(فتاویٰ رضویہ: ۴/ ۴۳۸)

دونوں حدیثوں پر غور کرنے سے یہ بات یقین کے اجالے میں آجاتی ہے کہ زکوٰۃ کا نماز اور ایمان سے بہت گہرا رشتہ ہے۔ پہلے زکوٰۃ نہ دینے والے کے لیے فرمایا کہ اس کی نماز نہیں، دوسرے مین فرمایا کہ وہ ایسا مسلمان نہیں کہ اس کو اس کا عمل کام دے۔ یعنی زکوٰۃ کے بغیر دیگر اعمالِ صالحہ کی مقبولیت بھی خطرے میں ہے۔

زکوٰۃ کو ایک خصوصیت یہ بھی حاصل ہے کہ نماز تو صرف خدا کا حق ہے، لیکن زکوٰۃ خدا اور بندگانِ خدا دونوں کا حق ہے، نماز کی قضا تو آسان ہے کہ جب آدمی توبہ کرے گا پڑھنا شروع کر دے گا، اس میں پیسے کا کوئی سوال نہیں، لیکن زکوٰۃ تو توبہ کے بعد بھی مال ہی سے ادا کرنی ہوگی اور جو شخص سال بہ سال ڈھائی فیصد زکوٰۃ ادا نہ کر سکا ہو وہ اکٹھے کئی سالوں کی کیسے ادا کرے گا۔ نماز کی قضا ادا کرنے میں صرف وقت لگتا ہے اور ذرا سی مشقت بھی جھیلنی پڑتی ہے، لیکن سالوں کی زکوٰۃ کو یک مشت ادا کرنا یقیناً بہت شاق اور گراں ہے۔

زکوٰۃ نہ دینا ایک مسلمان کے لیے بہت بڑا گناہ ہے، یہاں تک کہ قرآن نے اس کو مشرکین کے اعمال میں شمار کیا ہے، گویا زکوٰۃ نہ دینا ایمان کی نفی پر دلالت کرتا ہے، جیسے نماز نہ پڑھنا کفر کی علامت ہے اور کفار کا طریقہ جیسا کہ مروی ہے:

"عن عبد اللہ بن شقیق ن العقیلی رضی اللہ عنہ قال: کَانَ اَصۡحَابُ مُحَمَّدٍ لَا یَرَوۡنَ شَیۡئًا مِّنَ الۡاَعۡمَالِ تَرۡکُہٗ کُفۡرٌ غَیۡرَ الصَّلٰوۃِ۔" (الترغیب والترهیب ١/ ٣٧٩)

ترجمہ:- حضرت عبد اللہ بن شقیق تابعی عقیلی رضی اللہ عنہ فرماتے

ہیں: صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کسی عمل کے ترک کو کفر نہیں جانتے تھے سوا نماز کے۔

قرآن ک کی ایک آیت سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ ترکِ کاخا صشرکین کا فعل ہے۔ ارشاد ہے:

”وَوَيْلٌ لِّلْمُشْرِكِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ لَا يُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ كٰفِرُوْنَ ۝“ (حٰم السجدة: ٤١/ ٦، ٧)

ترجمہ:- اور خرابی ہے شرک والوں کو وہ جو زکوٰۃ نہیں دیتے اور وہ آخرت کے منکر ہیں۔ (کنز الایمان)

اس آیت سے معلوم ہوا کہ زکوٰۃ نہ دینا خاص مشرکوں اور آخرت کے منکروں کی علامت ہے، یعنی جسے آخرت کے بدلے پر یقین نہیں ہے، وہی زکوٰۃ سے پہلو تہی کرتا ہے۔

حضرت صدر الافاضل علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

”یہ منع زکوٰۃ سے خوف دلانے کے لیے فرمایا گیا تاکہ معلوم ہو کہ زکوٰۃ کو منع کرنا (نہ دینا) ایسا برا ہے کہ قرآن کریم میں مشرکین کے اوصاف میں ذکر کیا گیا اور اس کی وجہ یہ ہے کہ انسان کو مال بہت پیارا ہوتا ہے، تو مال کا راہِ خدا میں خرچ کر ڈالنا اس کے ثبات و استقلال (استقامت) اور صدق و اخلاصِ نیت کی قوی دلیل ہے۔“

(خزائن العرفان)

اور اس کی تو بہت سی ایسی آیتیں ہیں کہ ایمان والوں کی شان ہی یہ ہے کہ وہ نماز کی بندی کرتے اور اپنے مالوں کی زکوٰۃ دیتے ہیں اور صحیح معنوں میں یہی مسلمان کامیاب ہیں۔ صرف ایک مقام اختصار کے طور پر پیش کیا جاتا ہے:

”قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝١ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ خٰشِعُوْنَ ۝٢ وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ ۝٣ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِلزَّكٰوةِ فٰعِلُوْنَ ۝٤“

(المؤمنون: ٢٣/ ١ تا ٤)

ترجمہ:- بے شک مراد کو پہنچے ایمان والے جو اپنی نماز میں گڑگڑاتے ہیں اور وہ جو کسی بیہودہ بات کی طرف التفات (توجہ) نہیں کرتے، اور وہ جو زکوٰۃ دینے کا کام کرتے ہیں۔ (کنز الایمان)

تو ایمان والوں کی شان یہی ہے کہ وہ نماز اور دیگر اعمالِ خیر کے ساتھ زکوٰۃ کی ادائیگی میں کوتاہی نہیں کرتے اور حقیقت میں یہی مسلمان کامیاب ہیں۔

مصارف زکوٰۃ: - زکوٰۃ اسلام کے ان محاسن میں ہے جس کا جواب دنیا کے کسی اور مذہب یا کسی اور نظام میں نہیں۔ یہ اسلامی نظام کا وہ اہم عنصر ہے جس سے انسان کے پورے معاشرے کو درست کیا جا سکتا ہے۔ اس میں عدل و مساوات کا بھی درس ہے اور غریبوں کو امیروں سے قریب کرنے کا بہترین وسیلہ بھی ہے، اگر زکوٰۃ کی ادائیگی صحیح طور سے ہو اور اس کی تقسیم کا مناسب انتظام بھی کیا جائے تو اس سے معاشرے کی بہت ساری برائیاں، سرقہ، گداگری، لالچ، تکبر اور بخل جیسی مذموم خصلتوں کو دور کیا جا سکتا ہے۔ لیکن افسوس کہ آج زکوٰۃ کی غلط تقسیم نے اس کی افادیت کو مجروح کر کے رکھ دیا ہے۔ جو لوگ زکوٰۃ جیسے اہم فریضے کو ادا ہی نہیں کرتے، ان کا عمل تو قابلِ افسوس ہے ہی، جو لوگ پورے طور سے زکوٰۃ نکالتے ہیں ان کا حال یہ ہے کہ زیادہ تر صرف اپنے سر سے بوجھ اتارنے کی کوشش کرتے ہیں، اس لیے اہلِ فکر حضرات کو چاہیے کہ اس نقطے پر غور کریں کہ ہمیں اپنے اموال زکوٰۃ کو کیسے مفید سے مفید تر بنانا ہے اور اس فنڈ سے ہمیں معاشرے میں کیسے انقلاب لانا ہے۔ ہم ذیل میں پہلے مصارف زکوٰۃ کے تعلق سے قرآنی ارشاد پیش کریں گے، پھر چند نکات اور مسائل کی طرف اشارہ کر کے دعو عمل دیں گے:

”وَالَّذِيْنَ فِيْٓ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ مَّعْلُوْمٌ ۝٢٤ لِّلسَّآئِلِ وَالْمَحْرُوْمِ ۝٢٥“

(المعارج: ٧٠/ ٢٤، ٢٥)

ترجمہ:- اور وہ جن کے مال میں ایک معلوم (مقرر) حق ہے (یعنی زکوٰۃ) اس کے لیے جو مانگے اور جو مانگ بھی نہ سکے تو محروم رہے۔ (کنز الایمان)

ان آیات میں حکم دیا گیا کہ دونوں قسم کے محتاجوں کو صدقے کا مال دیا جائے، انھیں بھی جو حاجت کے وقت سوال کر لیتے ہیں اور انھیں بھی جو شرم سے سوال نہیں کرتے جس کی وجہ سے ان کی محتاجی ظاہر نہیں ہو تی۔ یہ آیت ان لوگوں کے لیے لمحۂ فکر یہ ہے جو صرف سائلوں کا انتظار کیے بیٹھے رہتے ہیں اور جو آیا اس کو دے دیتے ہیں، جب کہ سائلوں میں بہت سے وہ بھی ہوتے ہیں جو سوال کا حق نہیں رکھتے، یا خوش حال ہوتے ہیں مگر وہ اپنی چرب زبانی کی وجہ سے ڈھیروں رقمیں اکٹھا کر لے جاتے ہیں اور خاموش ضرورت مند محروم ہی رہ جاتے ہیں، لہٰذا زکوٰۃ دینے والوں کی ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ کچھ وقت خاموش محتاجوں کی تلاش میں بھی لگائیں اور خاص طور سے اپنے گرد و پیش پر نظر ڈالیں اور رشتہ

داروں کو بھی دیکھیں کہ جو ان میں مستحق ہو اس کو نظر انداز نہ کریں۔

مذکورہ آیت میں مستحقین میں صرف سائل و محتاج کا تذکرہ ہے تفصیل نہیں ہے۔ اب قرآن ک کی وہ آیت ملاحظہ ہو جس میں مستحقین زکوٰۃ کی تفصیل ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْعٰمِلِيْنَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغٰرِمِيْنَ وَفِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ؕ فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝" (التوبة: ۹/ ۶۰)

ترجمہ:- زکوٰۃ تو انھیں لوگوں کے لیے ہے ❶ - محتاج، ❷ - اور نرے نادار، ❸ - اور جو اسے تحصیل کر کے لائیں، ❹ - اور جن کے دلوں کو اسلام سے الفت دی جائے، ❺ - اور گردنیں چھڑانے میں، ❻ - اور قرض داروں کو، ❼ - اور اللہ کی راہ میں، ❽ - اور مسافر کو۔ (کنز الایمان)

زکوٰۃ کے مستحق یہی آٹھ قسم کے لوگ قرار دیے گئے ہیں، ان میں سے مولفۃ القلوب باجماعِ صحابہ ساقط ہو گئے، کیوں کہ جب اللہ تبارک و تعالیٰ نے اسلام کو غلبہ دیا تو اب اس کی حاجت نہیں رہی۔ یہ اجماع زمانہ صدیق اکبر میں منعقد ہوا۔

(اب باقی مستحقین کی تعریف درج کی جاتی ہے)

❶ - **فقیر**: وہ ہے جس کے س ادنیٰ چیز ہو اور جب تک اس کے س ایک وقت کے لیے کچھ ہو اس کو سوال حلال نہیں۔

❷ - **مسکین**: وہ ہے جس کے س کچھ نہ ہو، وہ سوال کر سکتا ہے۔

❸ - **عاملین**: وہ لوگ ہیں جن کو امام مسلمین نے صدقے تحصیل کرنے پر مقرر کیا ہو، انھیں اتنا دے جو ان کے اور ان کے متعلقین کے لیے کافی ہو، اگر عامل غنی ہو تب بھی اس کو لینا جائز ہے۔ عامل اگر سید ہاشمی ہو تو وہ زکوٰۃ میں سے نہ لے۔

❹ - **گردنیں چھڑانے** سے مراد یہ ہے کہ جن غلاموں کو ان کے مالکوں نے مکاتب کر دیا ہو اور مال کی ایک مقدار مقرر کر دی ہو کہ اس قدر وہ ادا کر دیں تو آزاد ہیں، وہ بھی زکوٰۃ کے مستحق ہیں، ان کو آزاد کرانے کے لیے زکوٰۃ کا مال دیا جائے۔ (غلامی کا دور گیا اس لیے اب مکاتب بھی نہ رہے)۔

❺ - **قرض دار**: جو بغیر کسی گناہ کے قرض میں مبتلا ہوئے ہوں اور اتنا مال نہ رکھتے ہوں کہ جس سے قرض ادا کریں، انھیں ادائے قرض میں زکوٰۃ کے مال سے مدد دی جائے۔

❻ - **اللہ کی راہ** میں خرچ کرنے سے بے سر و سامان مجاہدین اور نادار حاجیوں پر صرف کرنا مراد ہے۔

❼ - **ابن سبیل** سے وہ مسافر مراد ہیں جن کے س مال نہ ہو۔

زکوٰۃ دینے والے کو یہ بھی جائز ہے کہ وہ ان تمام اقسام کے لوگوں کو زکوٰۃ دے اور یہ بھی جائز ہے کہ ان میں سے کسی ایک ہی قسم کو دے۔

زکوٰۃ جب انھیں لوگوں کے ساتھ خاص کی گئی تو ان کے علاوہ اور دوسرے مصرف میں خرچ نہ کی جائے گی، نہ مسجد کی تعمیر میں نہ مُردے کے کفن میں، نہ اس کے قرض کی ادا میں۔

زکوٰۃ بنی ہاشم اور غنی اور ان کے غلاموں کو نہ دی جائے اور نہ آدمی اپنی بیوی اور اولاد اور غلاموں کو دے۔

(تفسیر احمدی و مدارک بحوالہ خزائن العرفان)

اوپر سورہ معارج کی آیت گزری کہ صدقہ خیرات کے مستحق حاجت مند سائل اور وہ خاموش محتاج ہیں جو عام طور سے محروم رہ جاتے ہیں، مگر اس مضمون کو دوسرے انداز سے سورۂ بقرہ شریف کی مندرجہ ذیل آیت میں بھی بیان کیا گیا ہے جو غور سے پڑھنے اور عمل کرنے کے لائق ہے۔ ملاحظہ ہو:

"لِلْفُقَرَآءِ الَّذِيْنَ اُحْصِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ضَرْبًا فِي الْاَرْضِ ؗ يَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ اَغْنِيَآءَ مِنَ التَّعَفُّفِ ۚ تَعْرِفُهُمْ بِسِيْمٰهُمْ ۚ لَا يَسْـَٔلُوْنَ النَّاسَ اِلْحَافًا ؕ" (البقرة: ۲/ ۲۷۳)

ترجمہ:- (مال صدقہ) ان فقیروں کے لیے ہے جو راہِ خدا میں روکے گئے، زمین میں چل نہیں سکتے، نادان انھیں تونگر سمجھے بچنے کے سبب، تو انھیں ان کی صورت سے پہچان لے گا (وہ) لوگوں سے سوال نہیں کرتے کہ گڑ گڑانا پڑے۔ (کنز الایمان)

یعنی صدقات کا بہترین مصرف وہ فقرا ہیں جنھوں نے اپنے نفوس کو جہاد و طاعت پر روک رکھا ہے، جیسے سرکار اقدس ﷺ کے زمانے میں "اصحاب صفہ"۔ انھیں میں وہ حضرات بھی ہیں جنھیں دینی کاموں سے اتنی فرصت نہیں ملتی کہ وہ چل پھر کر کسب معاش کر سکیں اور اپنے بال بچوں کی کفالت کر سکیں، انھیں میں وہ طلبہ بھی ہیں جو دینی علوم کی تحصیل میں لگے ہوئے ہیں اور کسب معاش کا کوئی ذریعہ اختیار نہیں کر تے اور عزت نفس کی وجہ سے مانگتے نظر

نہیں آتے۔ انھیں میں وہ معلمین بھی ہیں جو نہایت بھی قلیل تنخواہوں پر بچوں کی دینی تعلیم و تربیت میں مصروف ہیں، نہ زکوٰۃ والے انھیں زکوٰۃ دیتے ہیں، نہ منتظمین مدرسہ ان کو کشادہ دستی سے تنخواہ ہی دیتے ہیں اور معلم ہونے کی وجہ سے وہ گداگری جیسا پیشہ بھی اختیار نہیں کرتے۔ خاص طور سے ان میں وہ جو کثیر العیال ہیں اور گھریلو کوئی آمدنی بھی نہیں رکھتے، ان کی زندگی کس مفلوک الحالی میں گزرتی ہے، کچھ وہی جانتے ہیں۔ کتنے معلمین کو میں نے دیکھا ہے کہ تنگ دستی سے تنگ آکر تعلیم کا کام ہی چھوڑ بیٹھے اور کسی دنیاوی کاروبار یا مزدوری میں لگ گئے جس سے وہ معلمی کے مقابلے میں دوگنا یا تین گنا آمدنی کر کے اپنے بال بچوں کو لنے پوسنے کے لائق ہو جاتے ہیں۔ یوں ہی بہت سے ذہین اور اچھے طلبہ کو دیکھا گیا کہ محض اخراجات کی کفالت نہ ہونے کی وجہ سے تعلیمی سلسلہ منقطع کر کے کسی صنعت و حرفت یا محنت و مزدوری کی راہ اختیار کر لیتے ہیں کیوں کہ بالعموم مدارس کی طرف سے بمشکل دو وقت کا کھانا ہی ملتا ہے وہ بھی ایسا کہ کھایا نہیں جاتا۔ خوش حال طلبہ تو خارجی طور پر کچھ ایسا انتظام کر لیتے ہیں جس سے وہ مطبخ کی کمی پوری کر لیتے ہیں، لیکن جن طلبہ کو کوئی کچھ دینے والا نہیں ہوتا وہ اکثر بڑی مشکلات کا شکار ہو جاتے ہیں۔ اس سلسلے میں بعض خوش حال طلبہ بھی قصوروار ہیں کہ غریب طلبہ کے سامنے اتنے اخراجات کر ڈالتے ہیں کہ وہ غریب طلبہ دل مسوس کر رہ جاتے ہیں اور اپنی مفلوک الحالی سے رنجیدہ و کبیدہ خاطر ہو کر تعلیم کا راستہ ہی چھوڑ بیٹھتے ہیں، بالعموم مدارس کی طرف سے صبح ناشتے کا کوئی انتظام نہیں ہوتا۔ کتنے نادار طلبہ بغیر ناشتہ کے درس گاہ جاتے ہیں، انھیں دوپہر ہی کو پیٹ کی آگ بجھانا نصیب ہوتا ہے۔ ظاہر ہے ایسے طلبہ کیا پڑھیں گے اور تعلیم میں کتنی دل چسپی لیں گے۔ مدارس میں ایسا کوئی فنڈ ہونا چاہیے جو ان نادار طلبہ کی کفالت کرے اور اہلِ خیر حضرات کو بھی چاہیے کہ سائلین کی بھیڑ کچھ کم کر کے ان ضرورت مند طلبہ کی بھی کچھ فکر کریں اور طریقہ وہ اپنائیں کہ ان کی عزت نفس پر بھی حرف نہ آنے ئے اور ان کی ضرورت بھی پوری ہو جائے۔

تقسیم زکوٰۃ میں احتیاط: - زکوٰۃ تقسیم کرنے والوں میں بہت کم لوگ محتاط ہیں جو اپنی زکوٰۃ کو احتیاط کے ساتھ مستحقین تک پہنچاتے ہیں، ورنہ زیادہ تر لوگوں کو یہی دیکھا گیا ہے کہ جو آیا لیتا گیا۔ ان کی صدا یہی ہوتی ہے کہ آتے جاؤ، لیتے جاؤ، انھیں مستحق غیر مستحق کی نہ کوئی فکر ہوتی ہے نہ تمیز اور نہ ہی اس کے لیے وہ ذرا سی زحمت برداشت کرنا چاہتے ہیں۔ سال بھر اپنے کاروبار میں تو خوب چھان پھٹک کر سودا لیتے دیتے ہیں، ہر وقت فکر لگی رہتی ہے کہ نقصان نہ ہو جائے، مگر تقسیم زکوٰۃ کے معاملے میں پوری غفلت برتتے ہیں۔ انھیں اس کی فکر ہی نہیں ہوتی کہ زکوٰۃ ادا بھی ہو گی یا نہیں۔ یہ صورتِحال عام سائلین سے لے کر مدارس کے محصلین تک عام ہے۔ یعنی مستحق، غیر مستحق سبھی زکوٰۃ وصول کر لیتے ہیں اور دینے والے آزادی سے دیتے ہتے ہیں۔

ایک بات یہ بھی قابلِ غور ہے کہ تھوڑی تھوڑی رقم بہت آدمیوں میں بانٹنے کا بھی رواج عام ہے۔ مانا کہ اس سے زکوٰۃ ادا ہو جاتی ہے مگر معاشرے کی بدحالی کو پیش نظر رکھتے ہوئے زیادہ مناسب تو یہی ہے کہ چند ضرورت مندوں کو منتخب کر کے پہلے ان کی ضرورتوں کو پوری کرنے کی کوشش کریں پھر دوسرے سال چند دوسرے مستحقین پر توجہ دیں۔ تاکہ ان کی بنیادی ضرورتیں پوری ہوں۔ روزانہ کا کھانا پینا تو جیسا بھی ہو ہر آدمی کم و بیش اس کا انتظام کر لیتا ہے، لیکن مکان کی ضرورت، بیمار ہے تو علاج کی ضرورت بنیادی حیثیت رکھتی ہے، یوں ہی کاروبار نہیں ہے تو اس قدر کوئی چھوٹا موٹا کاروبار کرا دیا جائے کہ جس کی وجہ سے وہ خود کفیل ہو جائے۔ اس طرح بہت سے غریبوں کو چند سال تک انتظار کرنا پڑے گا مگر ایک زمانہ وہ آئے گا کہ معاشرے کا چہرا چمک جائے گا، مفلوک الحالی کے دن پھر جائیں گے اور اس کی برکتوں سے یہ صاحبِ ثروت طبقہ بھی مزید خوش حالی کی طرف بڑھتا نظر آئے گا۔

زکوٰۃ فنڈ: - ضرورت اس بات کی ہے کہ زکوٰۃ فنڈ قائم کیے جائیں اور ان کے ذریعہ مستحقین کا پتہ لگا کر زکوٰۃ کی صحیح تقسیم عمل میں آئے، بعض مقامات پر رفاہی انجمنیں پہلے سے قائم ہیں، ان میں کسی ایک انجمن کو منتخب کر کے اس کو زکوٰۃ فنڈ کا ذمہ دار بنا دیا جائے اور وہ مشورے کر کے، کوئی مفید نظام قائم کرے، جس سے ضرورت مندوں تک زکوٰۃ کی رقم پہنچتی رہے۔ خطیر رقمیں اگر چند آدمیوں کو دینی ہوں تو زیادہ تعداد ہونے کی صورت میں قرعہ سے کام لیا جائے اور جن کو ایک سال خطیر رقم دے دی جائے تو پھر چند سال تک انھیں نہ دیا جائے، وہ دی ہوئی رقم کو کام میں لا کر اپنا مستقبل روشن بنانے کی کوشش کریں۔ البتہ معذورین کی مستقل اعانت کی جائے۔

زکوٰۃ کے ساتھ نفل صدقات: - بعض لوگ ہر وقت اور ہر کام میں صرف زکوٰۃ ہی کی رقمیں خرچ کرنے کے عادی ہیں اور زکوٰۃ کے بعد چاہے کیسا ہی ضرورت مند آجائے وہ ایک پیسہ دینا گوارا نہیں کرتے، یہ نظریہ بھی غلط ہے، اولاً تو زکوٰۃ کی رقم پیشگی بھی دی جا سکتی ہے۔ اگر زکوٰۃ کی رقم ختم ہو گئی تو آئندہ سال کے حساب میں شمار کرتے ہوئے ضرورت مند کی ضرورت پوری کی جائے۔ اور زیادہ بہتر تو یہ ہے کہ زکوٰۃ کے علاوہ بھی للہ فی اللہ خرچ کرنے کی عادت ڈالی جائے، صرف زکوٰۃ ہی پر اکتفانہ کیا جائے، جیسے اور عبادات میں نوافل کی اہمیت ہے کہ ان سے فرائض کی کوتاہیاں پوری ہوتی ہیں ویسے ہی زکوٰۃ میں بھی سوچنا چاہیے کہ اگر فرض کے ساتھ کچھ نفل صدقہ بھی ادا ہو گیا تو اس کا ثواب ہرگز رائیگاں نہیں جائے گا اور اس کے طفیل فرض زکوٰۃ کی کوتاہیاں معاف ہونے کی امید ہے۔ لہٰذا صرف فرض پر اکتفا کرنے والے سن لیں کہ کوتاہی عمل سے کوئی خالی نہیں اور کسی کا عمل قطعاً مقبول ہے اس کا پتہ نہیں، اس لیے مقبولیت کے اسباب میں یہ بھی ہے کہ آدمی فرض کے ساتھ نفل کا بھی اہتمام کرے تاکہ قبول کی زیادہ امید ہو، البتہ نفل نہیں دیا تو مواخذہ نہیں ہوگا، لیکن اسے بیکار سمجھنا اور اس کی طرف سے غفلت کرنا بھی صحیح نہیں، اور کسی نیکی کو ہلکا نہیں سمجھنا چاہیے، کیا معلوم کون سی نیکی مقبول ہو جائے، یوں ہی کسی نیکی پر گھمنڈ بھی نہیں کرنا چاہیے، بلکہ ہر وقت خدا سے ڈرتے رہنا چاہیے، کیا معلوم کون سی نیکی، ذرا سی کوتاہی یا غفلت کی وجہ سے مردود ہو جائے۔

بلکہ قرآن ک کی ایک آیت سے بھی زکوٰۃ کے علاوہ نفل صدقات کی ترغیب ملتی ہے۔ خدائے قدیر عزوجل نیکوں کا تذکرہ کرتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے:

”وَلٰکِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الاٰ خِرِ وَالْمَلٰٓئِکَۃِ وَالْکِتٰبِ وَالنَّبِیّٖنَ ۚ وَاٰتَی الْمَالَ عَلٰی حُبِّہٖ ذَوِی الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰکِیْنَ وَابْنَ السَّبِیْلِ ۙ وَالسَّآئِلِیْنَ وَفِی الرِّقَابِ ۚ وَاَقَامَ الصَّلٰوۃَ وَاٰتَی الزَّکٰوۃَ ۚ“

(البقرۃ: ۲/ ۱۷۷)

ترجمہ:-ہاں اصل نیکی یہ ہے کہ (آدمی) ایمان لائے اللہ اور قیامت اور فرشتوں اور کتاب اور پیغمبروں پر اور اللہ کی محبت میں اپنا عزیز مال دے، رشتہ داروں اور یتیموں اور مسکینوں اور راہ گیر اور سائلوں کو اور گردن چھڑانے میں (یعنی غلاموں کو آزاد کرانے میں) اور نماز قائم رکھے اور زکوٰۃ دے۔ (کنز الایمان)

زکوٰۃ کے تذکرے سے پہلے رشتہ داروں، یتیموں، مسکینوں، راہ گیر (مسافر) سائل اور غلام آزاد کرانے میں مال خرچ کرنے کو نیکی بتایا جو اس بات کی دلیل ہے کہ زکوٰۃ کے علاوہ بھی جس قدر ہو سکے مال خرچ کرتے رہنا چاہیے تاکہ نیکیوں کا ذخیرہ ہوتا رہے، اور نماز و زکوٰۃ تو فرض ہیں ان کو بہر حال ادا کرنا ہے اور سب میں پہلے ایمان لانے کا ذکر ہے جو اس بات کی دلیل ہے کہ بغیر ایمان یہ نیکیاں قابلِ قبول نہیں اور ان کا پورا پورا فائدہ بغیر ایمان کے نہیں حاصل ہو سکتا۔ اس آیت کے آخر میں عہد پورا کرنے والوں اور سختی میں صبر کرنے والوں کا ذکر کر کے فرماتا ہے:

”اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ صَدَقُوْا ؕ وَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُتَّقُوْنَ ﴿۱۷۷﴾ “

(البقرۃ: ۲/ ۱۷۷)

ترجمہ:-یہی سچے لوگ ہیں اور یہی متقی ہیں۔

مذکورہ افعال بجالانے والے ایمان دار ہی سچے اور متقی کہے جانے کے لائق ہیں گویا نفل صدقات والوں کی بھی تعریف کی گئی ہے۔

دوسری بات یہ بھی قابلِ توجہ ہے کہ فرض زکوٰۃ کے علاوہ اہل خیر حضرات جو عام حالات میں کسی پر خرچ کریں گے وہ صدقۂ نافلہ ہوگا۔ لیکن ہنگامی صو رتحال میں ضرورت پڑنے پر صاحبِ مال کا مال خرچ کرنا نفل ہی نہیں فرض ہوگا، اور اس کو نفل سے زیادہ فرض کا ثواب ملے گا اور اس کی کوئی حد اور مقدار متعین نہیں ہے بلکہ جیسی ضرورت ہوگی اس کے مطابق خرچ کرنا ہوگا۔ مثلاً کوئی راہ گیر مسلمان انتقال کر گیا، اس کے وارثین کا بھی پتہ نہ چلا تو اب عام مسلمانوں کی ذمہ داری ہے کہ اس کے کفن دفن کا انتظام کریں، یہ بمنزلہ فرض کے ہے، جو جس قدر خرچ کے لائق ہے اپنے س سے خرچ کرے اور اگر ایک ہی صاحبِ ثروت ہے باقی وہاں کے باشندے سب غریب اور مفلوک الحال ہیں تو اسی ایک ہی آدمی پر پورا خرچ کرنا واجب ہوگا اور اس میں زکوٰۃ کی رقم نہیں چل سکتی، اس لیے نفل صدقہ ہی سے اس کی تدفین عمل میں آئے گی، لیکن یہ نفل اب فرض کا درجہ لے لے گا۔

مقروض کو زکوٰۃ دینے کی اہمیت: - مستحقین زکوٰۃ میں ایک گروہ ”غارمین“ یعنی مقروضوں کا بھی ہے کہ زکوٰۃ کی رقم سے

ان کی بھی امداد کی جائے تا کہ ان کا قرض ادا ہو جائے اور وہ قرض کے بوجھ سے سبک دوش ہو جائیں۔ دیکھا یہ جاتا ہے کہ بہت سے متوسط الحال یعنی اوسط درجے کے لوگ جو کماتے کھاتے اور معمولی انداز سے گزر بسر کرتے ہیں لیکن کسی وجہ سے وہ مقروض ہو جاتے ہیں، مثلاً کوئی سخت بیمار پڑ گیا، اس کے دوا علاج میں مقروض ہو گئے، مکان مخدوش ہو گیا تھا، اس کی مرمت کی وجہ سے قرض کا بوجھ لد گیا، یا اچانک کسی حادثے کا شکار ہو گئے، مثلاً لوٹ اور چوری سے دو چار ہو گئے، اس طرح وہ قرض کے بوجھ تلے دب گئے، روزانہ کی آمدنی سے اتنا پس انداز نہیں ہوتا کہ اس سے قرض ادا کر سکیں اور بھی بہت سی جائز شکلیں ہیں جن کے سبب کوئی مقروض ہو گیا ہو تو ایسے مقروض اشخاص کی زکوٰۃ کی رقم سے مدد کرنی چاہیے۔ تا کہ وہ قرض سے بری الذمہ ہو جائیں۔ اور ایسے اکثر اشخاص وہ ہوتے ہیں جو کھل کر کسی سے کہنا اپنے وقار کے خلاف سمجھتے ہیں، لہٰذا ایسے لوگوں کی خبر رکھنی چاہیے اور انھیں تلاش کر کے ان کی مدد کرنی چاہیے۔ ہاں گناہ کے کاموں کی وجہ سے جو مقروض ہو اس کو زکوٰۃ دینی جائز نہیں، اس سلسلے میں شارحِ بخاری و مسلم مفسر القرآن حضرت علامہ غلام رسول سعیدی صاحب کی تفسیر تبیان القرآن کا ایک اقتباس ملاحظہ ہو جو بڑا فکر انگیز اور قابل عمل ہے:

"مقروض سے مراد وہ لوگ ہیں جو اپنی جائز ضروریات میں مقروض ہوں نہ کہ وہ لوگ جنھوں نے کسی گناہ کے ارتکاب کے لیے قرض لیا ہو، مثلاً کسی نے سنیما ہاؤس، ویڈیو شاپ یا شراب کی دکان کھولنے کے لیے قرض لیا ہو، مثلاً کسی نے بے جا خرچ اور اسراف کے لیے قرض لیا ہو، مثلاً کسی نے اپنے بچوں کی شادی کے سلسلے میں مروجہ رسومات بڑے پیمانے پر منعقد کی ہوں اور مقروض ہو گیا ہو اور اس قرض کو ادا کرنے کے لیے اس کے پاس رقم نہ ہو تو اس کو زکوٰۃ کی رقم نہیں دینی چاہیے۔"

(تبیان القرآن، ج:۵، ص:۱۷۹، ادبی دنیا، دہلی)

حیلۂ شرعی میں غفلت: - مصارف زکوٰۃ کے ضمن میں ابھی بہت سی تفصیلات ہیں، میں اب صرف ایک گوشے پر مختصراً روشنی ڈال کر مضمون کو اختتام تک پہنچانا چاہتا ہوں، وہ یہ کہ آج کل حیلہ شرعی کا مسئلہ بڑا عجیب ہو گیا ہے، تجربہ سے یہ بات ثابت ہے کہ بہت سے مدارس زکوٰۃ کی رقمیں بغیر حیلہ ہی کے خرچ کر ڈالتے ہیں جو سخت گناہ اور ملکِ غیر میں تصرف و خیانت ہے، اس طرح زکوٰۃ بھی ادا نہیں ہوتی، البتہ اس کا گناہ مدارس کے ذمہ داروں کے سر ہے اور اگر زکوٰۃ دینے والا جانتا ہے کہ یہ لوگ حیلہ شرعی نہ کریں گے تو وہ بھی گنہ گار ہے اور اس کے سر زکوٰۃ باقی ہی رہے گی۔

اور کبھی کبھی بلکہ بہت کثرت سے ایسا ہوتا ہے کہ محصل حضرات زکوٰۃ فطرے کی رقمیں سرے سے جمع ہی نہیں کرتے اور کھا جاتے ہیں اور بہت تو ایسے ہیں کہ اپنا کمیشن نکال کر جمع کرتے ہیں ظاہر ہے کہ یہ عامل شرعی تو ہیں نہیں، لہٰذا ان کا از خود زکوٰۃ کی رقم سے اجرت لینا بھی کسی طرح جائز نہیں، بلکہ عامل شرعی کو بھی جائز نہیں کہ زکوٰۃ کی رقم سے کچھ یا اپنی اجرت بھر مال رکھ لے باقی جمع کرے، یہ بھی خیانت اور گناہ ہے۔ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس کو ہم کوئی کام سونپیں تو وہ قلیل اور کثیر (کم اور تھوڑا) ہر چیز لے کر آئے، پھر اس کو جو دیا جائے وہ لے لے اور جو نہ دیا جائے وہ نہ لے۔ (مسلم شریف و ابو داؤد بحوالہ تبیان القرآن، ۵/ ۱۷۲)

ایسے ہی محصلوں کو جو امانت میں خیانت کے مرتکب ہوتے ہیں نصیحت اور تنبیہ کرتے ہوئے حضرت شارحِ بخاری فقیہ اعظم ہند علامہ مفتی محمد شریف الحق امجدی علیہ الرحمہ مصنف "نزہۃ القاری" فرماتے ہیں:

"سال پورا ہونے پر فوراً زکوٰۃ واجب ہے، دینی مدارس کے منتظمین پر لازم ہے کہ ان کے یہاں جب زکوٰۃ کی رقم آئے تو بلا تاخیر حیلہ شرعی کر لیں۔ چندہ کے محصلین اور سفرا کو یہ جائز نہیں کہ زکوٰۃ و فطرے کی رقم جو وصول کریں اسے خود اپنی ضروریات میں صرف کریں۔ اور جو محصل ایسا کرتا ہو اسے چندہ دینا جائز نہیں۔"

(اشتہار ماہ رمضان الجامعۃ الاشرفیہ)

بلکہ حکم ہے کہ ایسے محصلین کو مدرسے والے رسید ہی نہ دیں۔

زکوٰۃ کا ایک اہم مقصد: - زکوٰۃ کے متعلق یہ بات بطورِ خاص نوٹ کرنے کے لائق ہے کہ زکوٰۃ کا اصل مقصد کیا ہے؟ قرآن کا ارشاد فرماتا ہے:

"خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيْهِمْ بِهَا وَصَلِّ عَلَيْهِمْ ۭ اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ ۭ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ"

(التوبۃ: ۹/ ۱۰۳)

ترجمہ: - اے محبوب! ان کے مال میں سے زکوٰۃ تحصیل

کرو جس سے تم انھیں ستھرا اور کیزہ کر دو اور ان کے حق میں دعاے خیر کرو، بے شک تمہاری دعا ان کے دلوں کا چین ہے اور اللہ سنتا جانتا ہے۔(کنز الایمان)

یعنی زکوٰۃ کا ایک خاص مقصد یہ ہے کہ اس کے ذریعہ زکوٰۃ ادا کرنے والا کیزگی حاصل کر لیتا ہے، اور اس کا دل بھی دنیا کی محبت اور مال کی وجہ سے جو تکبر پیدا ہو گیا تھا اس سے ک ہو جاتا ہے یوں ہی اس کا مال بھی ک ہو جاتا ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے:

”مَنْ اَدّٰی زَکوٰۃَ مَالِہٖ فَقَدْ اَذْھَبَ اللّٰہُ شَرَّہٗ.“

(فتاویٰ رضویه : ٤/ ٤٣٤)

جس نے اپنے مال کی زکوٰۃ نکال دی تو بے شک اللہ تعالیٰ نے اس مال کا شر اس سے دور کر دیا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ قبیلہ بنی تمیم کے ایک صحابی رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور عرض کیا، یا رسول اللہ! میں بہت مال دار ہوں تو مجھے بتائیں کہ کیا کروں، کیسے خرچ کروں؟ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا: اپنے مال کی زکوٰۃ نکال کہ وہ ک کرنے والی ہے، تجھے ک کر دے گی۔ (اور اس کے ذریعہ) رشتہ داروں کے ساتھ سلوک کر اور مسکین پڑوسی اور سائل کا حق پہچان۔(بہارِ شریعت: ۵/ ۹)

محصل زکوٰۃ کو راضی رکھنا: - مذکورہ آیت اور احادیث کریمہ سے یہ معلوم ہوا کہ زکوٰۃ آدمی کو اور اس کے مال کو ک صاف کرتی ہے اور اس کے مال کے شر کو دور کرتی ہے، دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ سرکار کو حکم ہوا کہ زکوٰۃ جس سے لیں اس کے حق میں دعا کریں لہٰذا یہ عمل بھی سنت ہوا۔ آج بھی ایسا ہونا چاہیے کہ جو زکوٰۃ تحصیل کرے وہ دینے والے کے حق میں دعاے خیر کرے اور دینے والے پر واجب ہے کہ عامل یا محصل کو راضی رکھے، اس کو ذلیل نہ کرے، اسے جھڑکے نہیں، اس کے آنے کو برا نہ جانے اس کا احسان ہے کہ دروازے پر آکر تمہاری زکوٰۃ لے گیا ورنہ تمھیں اسے لے کر غریبوں کے گھر جانا پڑتا اور ہوسکتا ہے کہ اس میں اہل ثروت حضرات اپنی بے عزتی سمجھتے اور نتیجہ کے طور پر زکوٰۃ ہی روک بیٹھتے، یا ادا میں تاخیر کرتے جب کہ، دونوں ہی گناہ ہے۔ اس سلسلے میں بھی دو حدیثیں دیکھتے چلیں۔ رسولِ ک ﷺ نے فرمایا:

”اِذَا اَتَاکُمُ الْمُصَدِّقُ فَلْیَصْدُرْ عَنْکُمْ وَھُوَ عَنْکُمْ راضٍ.“

(صحیح مسلم کتاب الزکوٰ، باب إرضاء الساعی ١/ ٣٤٦)

ترجمہ:-جب تمہارے س زکوٰۃ وصول کرنے والا آئے تو اسے تمہارے س سے راضی ہو کر جانا چاہیے۔

یعنی اس کو راضی رکھنے کی کوشش کرنی چاہیے، ایسا نہ ہو کہ تمہاری بد خلقی سے وہ تمہارے س سے ناراض اور کبیدہ خاطر ہو کر جائے اور اس سلسلے میں اگر اس کی طرف سے کچھ سختی بھی ہو تو برداشت کرنی چاہیے، جب کہ محصلوں کو بھی حکم ہے کہ وہ تحصیل زکوٰۃ میں کسی قسم کی زیادتی نہ کریں۔ ایک حدیث میں ہے:

جریر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہا کہ دیہات کے کچھ لوگ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: یا رسول اللہ! زکوٰۃ وصول کرنے والے ہم پر زیادتی کرتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو تمہارے س زکوٰۃ وصول کرنے آئیں ان کو خوش رکھو، پھر حضرت جریر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: جب سے رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد سنا ہے کوئی زکوٰۃ تحصیل کرنے والا مجھ سے ناراض ہو کر نہیں گیا۔

(صحیح مسلم کتاب الزکوٰۃ، باب ارضاء السعاۃ ۱/ ۳۲۰)

یہاں زیادتی سے مراد سختی ہے اور عامل جب تک سختی نہ کرے گا مال ملنا مشکل ہے، اس لیے رسول اللہ ﷺ نے عامل کو راضی کرنے کا حکم دیا۔ اس سے وہ لوگ سبق لیں جو محصلین کے ساتھ ذلت آمیز سلوک کرتے ہیں اور انھیں حقیر سمجھتے ہیں۔

زکوٰۃ کا صحیح مصرف میں خرچ کرنا: - زکوٰۃ کا دوسرا اہم مقصد یہ ہے کہ اس سے فقرا و مساکین کی کفالت ہو، ان کی ضروریات اس سے پوری ہوں، ان کی مشکلات کا حل نکلے، ان کی مفلوک الحالی کا خاتمہ ہو، اس لیے حدیث ک میں فرمایا گیا۔

حضور اکرم ﷺ نے جب حضرت معاذ بن جبل کو یمن کی طرف بھیجا تو ان کو کچھ ہدایات دیں، ان میں یہ بھی ہے۔

”فاعلمھم ان اللہ قد افترض علیھم صدقۃ توخذ من اغنیاءھم فتردُّ فی فقرائھم الخ“ (صحیح مسلم، کتاب الایمان، ١/ ٣٦)

ترجمہ:- تم ان کو بتانا کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر زکوٰۃ فرض کی ہے جو ان کے اغنیا سے لی جائے گی اور جو فقرا ہیں ان پر خرچ کی جائے گی۔

اس سے ثابت ہوا کہ زکوٰۃ کا ایک خاص مقصد فقرا کی امداد ہے۔ اب اگر اس کو امرا پر خرچ کیا جائے تو اس کا مقصد ہی فوت ہو جائے گا، اس لیے زکوٰۃ کے پیسے سے وہ کام جائز نہیں جس کا تعلق فقرا

سے نہ ہو، حتی کہ حیلہ شرعی بھی کر کے ایسے کاموں سے بچنا ضروری ہے، مثلاً کچھ لوگ زکوٰۃ کی رقم حیلہ کر کے مساجد میں لگاتے ہیں، یہ سراسر ناجائز ہے، اور اس کو مدارس پر قیاس کرنا بھی غلط ہے۔ کہ مدارس میں ضر ورتِ شرعیہ متحقق ہونے کی صورت میں حیلے کی اجازت دی گئی ہے، جب کہ مسجد میں ایسا ہرگز نہیں۔ پھر مساجد میں چوں کہ امرا بھی نماز پڑھتے ہیں وہ خود اس کے لیے بڑھ چڑھ کر چندہ لیتے اور دیتے ہیں جب کہ مدارس کے طلبہ کے ساتھ سوتیلا سلوک برتا جاتا ہے۔ مدارس میں خاص غریب اور نادار طلبہ کی ضروریات کی کفالت اور دین کی ترویج و اشاعت مقصود ہوا کرتی ہے اور مدارس میں طلبہ و اساتذہ کا مستقل قیام ہوتا ہے اس لیے ان کی ساری سہولیات کا اہتمام ضروری ہے۔ مساجد میں جز وقتی ہی قیام ہوتا ہے چند منٹ میں نماز کا کام ہو جاتا ہے، جب کہ مدارس میں ایسا نہیں، ضرورت پڑنے پر خوشی سے مساجد کے لیے عطیات کی رقم مل جایا کرتی ہے۔ مساجد کی تعمیر بار بار نہیں ہوتی اور مستقل اخراجات بھی اس کے کم سے کم ہوتے ہیں، جب کہ مدارس کے روزانہ کے اخراجات کثیر ہوا کرتے ہیں، اس لیے مساجد میں حیلہ کر کے بھی زکوٰۃ کی رقم لگانا جائز نہیں۔ فقہ کا کلیہ ہے کہ جو چیز ضرورتاً جائز ہوتی ہے وہ ضرورت بھر ہی جائز رہا کرتی ہے۔ لہٰذا مساجد میں زکوٰۃ دینے والے اچھی طرح جان لیں کہ ان کی زکوٰۃ ادا نہیں ہوتی۔ اور حیرت تو یہ ہے کہ مساجد کی تزئین بھی زکوٰۃ کے پیسے سے کرتے ہیں جب کہ فقہا فرماتے ہیں وقف کے مال سے مساجد کی تزئین جائز نہیں، کوئی اپنے نجی مال سے کرنا چاہے تو کر سکتا ہے۔

دوسری حیرت کی بات یہ دیکھنے میں آئی کہ اہل ثروت حضرات خود اپنے مکانات عالی شان بنواتے ہیں اور بہت سے غیر ضروری اخراجات بھی کرتے ہیں، لیکن مساجد کے لیے غریبوں کا حق مارتے ہیں اور اللہ کے گھر میں اللہ کے بندوں کو محروم کر کے ان کی رقمیں لگاتے ہیں۔ بعض لوگ مدارس اور علمائے دین سے بغض کی وجہ سے بھی ایسا کرتے ہیں کہ لاؤ اب مدارس کے بجائے مساجد میں زکوٰۃ لگا دو تا کہ ان مولویوں کی حوصلہ افزائی نہ ہو۔ یہ تو اور سخت مذموم اور عاقبت کو تباہ کرنے والی حرکت ہے۔ اس سلسلے میں چندہ کرنے والے بعض حضرات بھی چندہ بڑھانے کے لیے اہل ثروت حضرات کو حیلے کا باب بتاتے ہتے ہیں اور اس پر توجہ نہیں دیتے کہ یہ جائز بھی ہے یا نہیں۔ مولا عز و جل چندہ دینے اور لینے والے دونوں گروہ کو اس کی توفیق دے کہ غریبوں کا حق نہ ماریں، جو جس کا حق ہے اسی کو دیں۔

زکوٰۃ اورشادی: - یہ بات تو ماقبل کی تحریر سے واضح ہو گئی کہ شادی کی فضول رسوم میں پیسہ خرچ کرنا شرعاً ناجائز و گناہ ہے، حتی کہ اس کی وجہ سے جو مقروض ہو اس کو زکوٰۃ کی رقم خاص اس قرض کی ادائیگی کے لیے نہ دی جائے، لیکن معتدل انداز سے اگر کوئی غریب آدمی اپنی بچیوں یا بچوں کی شادی کرتا ہے، تب بھی اچھا خاصا خرچ آجاتا ہے، اگر اس کے لیے کوئی قرض مانگے تو اس کو دینا جائز یا جو اس وجہ سے مقروض ہو گیا اس کو بھی زکوٰۃ کی رقمیں دینا جائز تا کہ اس سے وہ اپنا قرض ادا کر لے اور پیشگی بھی اس کے لیے زکوٰۃ کی رقمیں دینا جائز ہے۔ لیکن یہاں ایک باریک مسئلہ قابلِ غور ہے کہ اگر وہ شخص جس کے لڑکے یا لڑکی کی شادی ہو رہی ہے ضرورت مند تو ہے لیکن اس کے س اتنی رقم ہے جس سے وہ مالک نصاب بن جاتا ہے یا رقم تو نہیں لیکن چاندی اور سونے کی اتنی مقدار ہے کہ دونوں کی رقم ملائیں نصاب کو پہنچ جاتی ہے تو اب وہ زکوٰۃ لینے کے لائق نہیں۔ اس کو زکوٰۃ کی رقم دی گئی تو زکوٰۃ ادا نہ ہو گی۔ اس صورت میں اس کی ضرورت پوری کرنے کا ایک طریقہ یہ ہے کہ زکوٰۃ کی رقم بجائے گھر کے ذمہ دار فرد کے، اس کی لڑکی یا لڑکے یا بیوی کو دے کر مالک بنا دیا جائے جب کہ وہ مالکِ نصاب نہ ہوں اور یہ کہہ دیا جائے کہ اس رقم کے تم مالک ہو، اس سے اپنے بھائی بہن، یا ماں سے کہا جائے اپنی بیٹی بیٹے کی شادی کا انتظام کرنا، مالک تو وہ علی الاطلاق ہوں گے اور یہ شرطیں باطل ہو جائیں گی لیکن اس سے ان کو اشارہ مل جائے گا کہ کہاں خرچ کرنا ہے۔ اس طرح زکوٰۃ بھی ادا ہو جائے گی اور شادی کی فوری ضرورت بھی پوری ہو جائے گی۔ اس میں مزید یہ تاکید بھی کی جا سکتی ہے کہ دیکھو اس رقم سے کوئی ناجائز کام نہ ہونے ئے۔ افراط کے ساتھ جہیز دینا بھی انھیں ممنوع کاموں میں ہے، ہاں متوسط درجے کا جہیز دیا جا سکتا ہے جس کے نہ دینے سے آدمی خفت محسوس کرے، ہاں تنگ دست لوگ قرض کر کے جو جہیز دیتے ہیں اور جو لوگ جہیز کا مطالبہ کرتے ہیں دونوں ناجائز ہے، اور مطالبہ کرنے والے زیادہ گنہ گار ہیں اور اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو صحیح سمجھ عطا فرمائے۔ آمین۔ ☆☆☆

یہ مضمون ماہنامہ اشرفیہ،مبارکپور،انڈیا (اگست 2010) سے لیا گیا ہے